خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال کراچی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : ترجمۃ المصنف

مصنف : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ اشاعتِ اوّل : دسمبر ۱۹۷۲ء

تاریخِ اشاعتِ ثانی : ۱۸ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۳/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:92.21.34972080+ اور 92.316.7771051+

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

پیشِ لفظ ۵
پیدائش ۶
ایّامِ طفولیت ۷
انتخابِ مرشد ۱۰
نقلِ والا نامہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم ۱۹
حق تعالیٰ کا محض اپنی رحمتِ خاصہ سے احقر کو شیخ فی العرب بنانے کا طریقہ ۲۰
چند منتخب اشعار احقر کے حسب ذیل ہیں ۲۶
مبشراتِ حالیہ منامیہ ۲۹
خواب دیگر ۳۰
ترتیبات ۳۰
تالیفات ۳۱

اشکوں کی بلندی

خداوندا مجھے توفیق دے دے
فدا کردوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بلندی
کہاں حاصل ہے اختر کہکشاں کو

اختر

پیش لفظ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی غیر معمولی انداز میں گزری ہے۔ آپ کے حالاتِ زندگی اس بات کے غماز ہیں کہ آپ کوئی معمولی شخصیت نہیں تھے بلکہ مادر زاد ولی تھے۔ کم سنی ہی سے آپ کے حالات ایسے اعلیٰ وارفع تھے جیسے مجاہدوں اور کثرتِ ذکر کی برکت سے منتہی حضرات کے ہوتے ہیں۔

بچپن ہی سے آپ کا اندازِ عبادت قابلِ رشک رہا، آبادی سے نسبتاً فاصلہ پر جنگل میں ایسی مسجد میں جاکر رات کے وقت عبادت کرتے جو جنات کی نسبت سے مشہور تھی۔ کم عمری ہی سے گناہوں سے طبعی نفرت تھی، کم سنی ہی کے عالم میں خواتین سے پردہ کا اہتمام شروع کردیا تھا۔ نوجوانی کی عمر میں عام لوگ جن گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں حضرتِ اقدس ان لغو باتوں سے کوسوں دور تھے اور عین عالمِ شباب میں اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تین سال تک رہے۔ کچھ عرصہ بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا، اس وقت حضرتِ اقدس کی عمر مبارک صرف سترہ برس تھی۔

حضرتِ اقدس تسلیم ورضا کا پیکر تھے۔ آپ کی تمام عمر ایسے زبردست مجاہدات میں گزری ہے کہ عام آدمی کے لیے جس کا تصور بھی محال ہے۔ کبھی عزیز واقارب کی طرف سے ستایا گیا تو کبھی شیخ کی صحبت میں رہتے ہوئے حاسدین کے ہاتھوں مصائب برداشت کیے اور کبھی خدّام اور مریدین کی جانب سے ناخوشگوار حالات اور ایذا رسانیوں پر اللہ کی رضا کی خاطر صبر کیا۔

زیر نظر کتاب ”ترجمۃ المصنف“ حضرتِ اقدس کے قلم سے تحریر کردہ حالات زندگی کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں حضرتِ اقدس نے مختصر وجامع انداز میں اپنی زندگی کے روح پرور حالات عجیب مؤثر انداز میں بیان فرمائے ہیں جو طالبین اور سالکینِ طریقت وشریعت کے لیے ان شاء اللہ مشعلِ راہِ ہدایت ثابت ہوں گے۔

❁❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ترجمۃ المصنِف

(مصنف کے قلم سے)

بتقاضائے غیبی اور اپنے ایک بزرگ حضرت حافظ عبد الولی صاحب مدظلہ العالی مجازِ صحبت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ومجازِ بیعت حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش سے احقر اپنے اوپر چند خاص خاص انعاماتِ الٰہیہ والطافِ ربّانیہ کو اپنے ہی قلم سے تحریر کرتا ہے اور سلف میں حضرت علّامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس فعل کی سند بھی موجود ہے کہ حضرت علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اوپر مخصوص افضال وعنایاتِ خداوندی کو خود اپنے ہی قلم سے اپنی تصنیف ''الیواقیت والجواہر'' کے مقدمہ میں رقم فرمایا ہے جسے حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ احقر کو پڑھ پڑھ کر سنایا کرتے تھے، حق تعالیٰ اپنی رحمت سے احقر کی اس تحدیث نعمت کو میرے حق میں قبول اور امّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نافع فرمائیں، آمین۔

اے خدا احسان تو اندر شمار
می نتانم با زبانِ صد ہزار
(رومی)

پیدائش

ضلع پرتاب گڑھ (یوپی۔ ہند) سے ١٦ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹے سے قریہ اٹھیہہ میں حق تعالیٰ نے احقر کو وجود بخشا۔

در عدم کے بود ما را خود طلب
بے سبب کردی عطا ہائے عجب
(رومی)

ایامِ طفولیت

والد صاحب کا قیام بہ سلسلۂ ملازمت ضلع سلطان پور میں تھا، محلہ کی مسجد کے امام حضرت حکیم الامّت مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ومجازِ بیعت حافظ ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ احقر کو مسجد کی محبت میں اس کی خاک اس وقت بھی اچھی معلوم ہوتی اور حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے بہت اچھے معلوم ہوتے۔ کچھ اور ہوش سنبھالنے کے بعد مجھے نیک بندوں کی محبت اور ان کی وضع قطع سے بہت خوشی ہوتی، ہر مولوی اور حافظ کو دیر تک محبت سے دیکھا کرتا۔ درجہ چار تک اردو تعلیم کے بعد والد صاحب نے احقر کو مڈل اسکول میں داخل کرایا جبکہ احقر نے درخواست کی تھی کہ مجھے دیوبند بھیج دیا جائے۔ ناچار درجہ پنجم وششم وہفتم تین سال تک سخت مجاہدہ سے دن گزارنے پڑے۔ آخری سال تو والد صاحب سے بہت ہی اصرار کیا کہ میرا دل ان تعلیمات میں بالکل نہیں لگتا مگر ان کا اصرار تھا کہ یہ آخری سال ہفتم کا بھی امتحان پاس کرلو۔

جب احقر ۱۳ سال کا ہوا اسی وقت سے گھر سے دور جنگل کی مسجد میں جاکر عبادت کیا کرتا۔ اس وقت والد صاحب ضلع سلطان پور کی ایک تحصیل میں ملازم تھے۔ قصبہ کی مسجد کے علاوہ ایک مسجد قصبہ کے باہر تھی۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر چند گھر آباد تھے جن کو احقر نے نماز کی دعوت دی اور حق تعالیٰ نے ان کو نمازی بنادیا پھر اس مسجد میں اذان اور جماعت بھی ہونے لگی۔ پھر بھی بعض وقت اس مسجد سے دور دور تک کوئی انسان نظر نہ آتا۔ احقر کا اسی مسجد میں خوب دل لگتا اور لوگ احقر کو بطور مزاح اس مسجد کے نمازیوں کا پیر کہنے لگے۔

رمضان شریف میں جب سحری کھا کر اسی وقت مسجد کو نکل جاتا تو والدہ صاحبہ میری صغر سنی کی وجہ سے پریشان ہوتیں اور مجھے منع کرتیں کہ اتنی رات کو اکیلے مت جایا کرو۔ احقر کے ان حالات کو دیکھ کر والد صاحب کے دوستوں نے احقر کو فقیر اور درویش کہنا شروع کیا اور والد صاحب نے بھی بجائے نام لینے کے مولوی صاحب کہنا شروع کیا۔

اسی دور نابالغی ہی میں مثنوی شریف سے شغف شروع ہوا اور فارسی کی تعلیم مثنوی شریف سمجھنے کے لیے شروع کردی اور مثنوی شریف کے کچھ اشعار پڑھ پڑھ کر رویا کرتا کبھی صرف دل اندر اندر روتا اور کبھی آنکھیں بھی رونے میں ہمراہ ہوجاتیں۔ بالخصوص یہ دو اشعار احقر بہت ہی درد سے پڑھا کرتا۔

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح از درد اشتیاق

ترجمہ: اے خدا! میں اپنا سینہ تیری جدائی کے غم سے پارہ پارہ چاہتا ہوں تاکہ آپ کی محبت کی شرح درد اشتیاق سے بیان کروں ؎

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

ترجمہ: عشق حقیقی کی آگ سے جس کا سینہ چاک ہو گیا وہ کبر و عجب اور حبِّ دنیا و حبِّ جاہ وغیرہ جملہ امراض سے جلد شفایاب ہو گیا۔

جب احقر ۱۳ سال کا ہو کر چودھویں سال میں داخل ہوا تو قلب خدائے تعالیٰ کے لیے بے چین رہنے لگا۔ اچھی آواز سے اشعار سننے کا شوق ہوتا اور اس غرض سے اپنے استاد سے درخواست کرتا تو موصوف قرآن شریف پڑھانے کے بعد بڑی ہی دردناک آواز سے مثنوی پڑھ کر میرے قلب کو تڑپا دیتے اور احقر ہی کے یہاں کھانا بھی کھایا کرتے اور احقر پر بہت ہی شفقت فرماتے۔ مثنوی سننے کی لالچ میں احقر موصوف کی بہت خدمت کیا کرتا۔

درجہ ہفتم پاس کرنے کے بعد والد صاحب کا تبادلہ پھر ضلع سلطان پور ہو گیا اور وہاں احقر نے جامع مسجد کے خطیب مولانا قاری صدیق صاحب سے فارسی شروع کی۔ کریما مکمل اور گلستان کے کچھ باب پڑھ کر احقر نے پھر دیوبند جانے کی اجازت چاہی مگر والد صاحب نے میری مرضی کے خلاف طبیہ کالج الٰہ آباد میں داخل کرا دیا اور فرمایا طب سے فارغ ہو کر عربی شروع کرنا۔ بڑی مشکل سے پھر یہ دن گزارنے پڑے، اس وقت الٰہ آباد میں حضرت مولانا سراج احمد صاحب امروہوی مدظلہ اسٹیشن کے قریب عبد اللہ والی مسجد میں درس تفسیر دیا کرتے تھے، احقر وہاں حاضری دیا کرتا۔ اسی زمانہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وعظ ”راحت القلوب“ ہاتھ لگ گیا۔ اس کے مطالعہ نے میری بڑی رہبری کی اور صحیح راہ دکھا دی۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے لیے سلسلۂ مکاتبت شروع کیا۔ افسوس کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اپنی زندگی کے آخری ایّام میں تھے۔ مولانا شبیر علی صاحب نے لکھا کہ حضرتِ والا علیل ہیں۔ خلفاء میں سے کسی مصلح کا انتخاب کر لیا جاوے۔ چند دن بعد خبر معلوم ہوئی کہ

حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ طبیہ کالج میں چھٹی ہو گئی۔ روتا ہوا گھر آیا اور کچھ تلاوت آہ و بکا کے ساتھ کر کے ایصالِ ثواب کیا۔ دل پر سخت صدمہ تھا۔ مثنوی غمناک پڑھنا شروع کی اور خوب جی بھر کے رویا۔ صرف دو اشعار اس کے اب بھی یاد ہیں ؎

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر
مثل تلچھٹ رہ گیا میں خاک پر

بلبل نے گھر کیا گلشن میں جا
بوم ویرانے میں ٹکراتا رہا

احقر جب ۱۷ سال کا ہوا اور طبیہ کالج کے آخری امتحان کا آخری پرچہ لکھ کر شام کو قیام گاہ پر آیا تو گھر کا خط ملا جس میں میرے والد صاحب کا سایہ میرے سر سے اٹھ جانے کی خبر تھی، قلب کو بہت سخت صدمہ ہوا۔ گھر کے سامنے قبرستان تھا۔ قبروں کو نگاہِ عبرت سے دیکھا اور دل کو سمجھایا کہ ایک دن تجھے بھی اسی مسکن میں دفن ہونا ہے اور حق تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہی عین عبدیت ہے۔ احقر الٰہ آباد میں اپنی پھوپھی صاحبہ کے یہاں حسن منزل میں رہتا تھا۔ اس محلہ سے تقریباً ایک میل پر کچھ صحرا سا تھا اور وہاں ایک مسجد تھی جو جنوں کی مسجد مشہور تھی۔ اسی مسجد میں گاہ گاہ حاضر ہوتا اور مناجات مقبول ہمراہ لے جاتا (زمانۂ تعلیم طب میں تعطیل کے دن اور کبھی شام کو بعد عصر) اس مسجد میں خوب تنہائی کا موقع پا کر اپنے رب سے دونوں جہانوں کا دکھڑا رو لیا کرتا۔

دونوں جہاں کا دکھڑا مجذوب رو چکا ہے
اب اس پہ فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

احقر ایّامِ طفولیت ہی سے اپنی روح میں حق تعالیٰ کی طرف ایک خاص جذب محسوس کرتا تھا اور دل کو دنیا سے اُچاٹ پاتا تھا۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

عشق خود در جان ما کاریدہ اند
ناف ما بر مہر خود ببریدہ اند

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی محبت کا بیج میری جان میں بو دیا ہے اور اپنی محبت کی شرط ایفاء پر مجھے وجود بخشا ہے۔

۱۲ سال کی عمر ہی سے شیخ کامل کی تلاش میں بے چین رہتا تھا اور اس طلب و دھن میں ہر فقیر و درویش صورت کے پاس پہنچتا مگر تسلی نہ ہوتی اور قلب میں تلاشِ حق کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی۔

کہیں کون و مکاں میں جو نہ رکھی جا سکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی

انتخابِ مرشد

حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ”راحت القلوب“ مطالعہ کرنے کے بعد سلسلہ تھانوی ہی سے عقیدت ہوگئی اور یہ طے کیا کہ اسی سلسلہ میں داخل ہونا ہے۔ بچپن ہی سے قلب میں یہ تہیہ کر رکھا تھا کہ شیخ و مرشد اسی کو انتخاب کروں گا جو سراپا سوختہ جان سراپا عشق اور سراپا درد ہو۔ عشقِ الٰہی میں سرشار اور وارفتگی و دیوانہ مزاجی کے ساتھ حق تعالیٰ کے لیے اس کی جانِ پاک شدید والہانہ تعلق سے ہر وقت ماہی بے آب ہو۔ عشق حق اس کے ہر بُن مو سے ٹپکتا ہو۔ اس کے نالہائے نیم شب اور اس کی آہ و فغاں اور اس کی آنکھیں اس کے دردِ باطن پر شہادت پیش کر رہی ہوں۔

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشم مست خویشتن را چوں کند

اسی دورِ تلاش مرشد میں جبکہ احقر کے ابھی داڑھی مونچھ کا اک بال بھی نہ نکلا تھا کہ میری زندگی کا پہلا شعر یہ ہوا۔

دردِ فرقت سے مرا دل اس قدر بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں ایک ماہی بے آب ہے

الٰہ آباد میں ایک دوست نے مجھے حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق چشم دید کیف و دیوانگی اور وارفتگی کا کچھ اجمالی خاکہ بتایا جس سے مجھے امید ہوگئی کہ

میری مناسبت وہیں ہوگی، حق تعالیٰ نے غیب سے اعانت فرمائی اور احقر نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے مکاتبت کا سلسلہ شروع کردیا اور حضرت ہی کو اپنا مرشد منتخب کرلیا۔ احقر نے حضرت اقدس کی خدمت میں اپنی اصلاح کے لیے جو پہلا خط لکھا تھا اس کے اوپر یہ شعر لکھا۔

جان و دل اے شاہ قربانت کنم
دل ہدف را تیر مژگانت کنم

اور حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو خط سے بیعت فرماکر کچھ ذکر کرنے کو تحریر فرمادیا۔

حضرت اقدس کی زیارت کے لیے قلب مشتاق و بے چین رہتا مگر کچھ موانع پیش تھے۔ راتوں کو آسمان پر چاند تاروں سے تسلی حاصل کرتا اور قدرت کی ان نشانیوں سے دل بے تاب کو تسکین ہوتی۔ کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر بار بار حق تعالیٰ سے یہ عرض کرتا۔

اپنے ملنے کا پتا کوئی نشاں
تو بتادے اے مرے ربِّ جہاں

احقر کو رات کی تنہائیوں میں آسمان کی طرف نظر کرنے اور چاند ستاروں کے مناظر سے بہت سکون ملتا اور ان مصنوعات سے صانع حقیقی کی یاد میں دیر تک مشغول رہتا اور پھر تھک کر سوجاتا۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی کا یہ شعر اس حالت کا صحیح ترجمان ہے۔

ان کے جلوؤں کی رنگین بہاریں
دیکھتے دیکھتے سو گئے ہم

احقر تعلیم طب سے فارغ ہوکر جب اپنے وطن واپس آگیا تو گاؤں میں بھی ایک مسجد کسی قدر آبادی سے باہر تھی اور کچھ غیر آباد سی تھی وہاں سناٹا رہتا تھا۔ احقر اسی مسجد میں ذکر کرتا اور بہت لطف آتا۔ اس زمانہ میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا۔

پھرتا ہوں جنگلوں میں کبھی کوئے یار میں
وحشت میں اپنا چاکِ گریباں کیے ہوئے
ہم عشق میں ان کے بھلا کیا کیا نہیں کرتے
سر دھنتے نہیں اپنا کہ رویا نہیں کرتے

سیر صحرا کا لطف تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم نے اپنے ایک شعر میں جس انداز سے بیان فرمایا ہے آج تک اس موضوع پر اس سے عمدہ شعر نظر سے نہیں گزرا، فرماتے ہیں۔

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

قلب کا یہی تقاضا ہوتا اور یہی تمنا ہوتی کہ صحرا کے سناٹے میں میاں کو یاد کر کے خوب رویا کروں۔

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
تا نثار دلبر زیبا شدے
(رومی)

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے
اے سیلِ اشک تو ہی بہادے ادھر مجھے

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی
وہاں رہتے جہاں درد و فغاں کا آسماں ہوتا
وہاں بستے جہاں خاکستر دل کی زمیں ہوتی
دکھا دیتے مزہ پھر تم کو ہم اپنے تڑپنے کا
جو عالم بے فلک ہوتا جو دنیا بے زمیں ہوتی
(مجذوب)

احقر کے فارسی کے تین اشعار اُن حالات کی اس طرح ترجمانی کرتے ہیں۔

من خوشم درخلوتے از آہ خویش
بہر تسلیم و رضائے شاہ خویش

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریم آں شہے

قطرۂ اشک ندامت در سجود
ہمسری خونِ شہادت می نمود

(اختر)

قصۂ مختصر یہ کہ تاب زنجیر ندارد دل دیوانۂ ما کا معاملہ آپہنچا اور احقر نے والدہ صاحبہ کی اجازت سے حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا قصد کرلیا۔ بقر عید کا دن قریب تھا، گھر والوں نے کہا ایسی خوشی کا دن گھر پر گزار۔ احقر نے کہا کہ اب مجھے طاقت صبر نہیں۔

سر نگونم ہیں رہا کن پائے من
فہم کو در جملۂ اجزائے من
سینہ پر آتش مرا چوں منقل است
کشت کامل گشت وقت منجل است
صدر را صبرے بد اکنوں آں نماند
بر مقام صبر عشق آتش نشاند
بر سر مقطوع اگر صد خندق است
پیش درد او مزاح مطلق است
گفت معشوقے بہ عاشق اے فتیٰ
تو بغربت دیدۂ بس شہر ہا
پس کجا می شہر زانہا خوش تر است
گفت آں شہرے کہ درے دلبر است
ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ
جنت است او گر چہ باشد قعر چاہ

(رومی)

احقر عین بقر عید کے دن نماز عید الاضحیٰ سے ایک گھنٹہ قبل پھولپور پہنچا۔ عجیب خوشی و مسرت تھی، یہ تصور ذرّہ ذرّہ سے قلب کو مسرور کررہا تھا کہ یہ میرے مرشد کا شہر ہے۔

شہر تبریزست و شہر شاہ من
نزد عاشق ایں بود حبّ الوطن

(رومی)

میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تلاوت میں مشغول تھے۔ٹوپی زمین پر رکھی ہوئی تھی سر مبارک کے بال بکھرے ہوئے، گریباں چاک تھا۔اچانک میری طرف دیکھا۔

احقر نے عرض کیا، السلام علیکم، محمد اختر ہوں، پرتاب گڑھ سے آیا ہوں اصلاح کی غرض سے، ۴۰ دن قیام کا ارادہ ہے۔ یہ تین باتیں ایک سانس میں کہہ گیا اور یہ آداب حاضری حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں پڑھ چکا تھا۔ حضرت نے بڑے صاحبزادے کو پکارا اور فرمایا ان کے لیے ناشتہ لاؤ اور حکم فرمایا ناشتہ کر کے کچھ آرام کرلو۔

ایک ہی نظر میں ایسا معلوم ہوا کہ احقر حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر رہا ہے۔جلدِ مبارک پر جگہ جگہ عشق الٰہی سے جلے ہوئے نشانات، ژولیدہ بال، گریباں چاک تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مسلسل آہوں کی آواز۔ پس قلبی مراد پوری ہوتی نظر آئی کہ جیسا پیر اللہ سے چاہتے تھے اپنے کرم کے صدقہ میں ویسا ہی عطا فرمایا۔احقر کے یہ اشعار اسی نقشہ کو کھینچتے ہیں۔

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریبانوں کو
آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے درد کے بیماروں کو
سوزشِ غم سے تڑپتے ہوئے پروانوں کو

ہم فدا کرنے کو ہیں دولتِ کونین نثار
تونے بخشا ہے جو غم ان پھٹے دامانوں کو

حضرت کی والہانہ عبادت، ذکر و تلاوت، اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں دیر تک دعا مانگنا اور آہستہ آہستہ رونے کا نقشہ، احقر کی نگاہوں میں اب تک پیوست ہے۔احقر نے ایسی والہانہ عبادت کثرت آہ و نعرہ ہائے عشق کے ساتھ کرتے ہوئے پھر کسی کو نہ دیکھا۔ اور

حضرت والا کے رہن سہن کی سادگی حدیث **كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ**[1] کی شرح تھی۔ گھر کے احاطۂ صحن کی خام دیواروں کے کنارے بارش سے کٹے پٹے اور چٹائیوں کے ایک چھپر میں حضرت کا اکثر آرام فرمانا۔ کبھی دریا کی طرف سیر کرنا اور اکثر مغرب کے بعد سے عشاء تک صرف تاروں کی روشنی میں مسجد کی کھلی چھت والے حصہ میں ذکر اللہ اور تلاوت میں بار بار آہوں کی آواز اور نعرہ ہائے درد کے ساتھ مشغول رہنا احقر کو آج بھی جب یاد آتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ خانقاہ شریف کی سادگی دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ایک دن بطور عرض حال کے تحریر کیا کہ۔

میرے غم کا کچھ مداوا کیجیے
(اختر)

اور حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مصرعہ تحریر کیا۔

کجا روبیم بفرما ازیں جناب کجا

جواب رقم فرمایا۔

سر ہما نجانہہ کہ بادہ خوردہ

یہ مصرع تحریر فرما کر میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آستاں سے ایسا چپکایا کہ آخری سانس تک تابِ جدائی نہ لاسکا اور تقریباً سولہ ۱۶ برس دن رات کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور اختر پر یہ حق تعالیٰ کا انعام عظیم اور یہی میرا حاصل مراد ہے ۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

احقر نے اپنے تعلق اور حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ اس نظم میں پیش کیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری: ۹۴۹/۲ (۶۴۵۲)، باب قول النبی کن فی الدنیا، المکتبۃ المظھریۃ

شیخ کامل کی مجھے تھی جستجو
تا نہ دھوکا دے جہانِ رنگ و بو

آخرش وہ شاہِ کامل مل گیا
چرخِ دل کا ماہِ کامل مل گیا

سینہ بریاں چشم گریاں آہ سرد
تھا سراپا عشقِ حق وہ پیر مرد

ہر بُنِ مو سے محبت کا ظہور
چشم تھی غماز عشق ناصبور

فرش پر ذاکر تھی اس کی خاکِ تن
روح اس کی عرش پر جلوہ فگن

نعرہ ہائے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
کر رہا تھا دم بدم وہ شیخ دیں

جسم اس کا زائر کوئے حرم
جان اس کی محرم جان حرم

جان اس کی تھی ورائے آسماں
خاک تن کا تھا خدا ہی نگہباں

عشق سے اس کا گریباں چاک تھا
ذکر اس کا نالۂ غمناک تھا

رات پچھلے پہر وہ شاہ دیں
اشک ہائے خوں سے تر کرتا زمیں

سجدہ گاہ عاشقان ربِّ دیں
مثل سجدہ گاہ عامہ کے نہیں

سر گروہ شاہ باز حق سے تھا
سر برید تیغ عشق حق سے تھا

ترک کر کے درس منطق فلسفہ
دے رہا تھا درس چرخ زلزلہ

تھا وہ عاشق برفن دیوانگی
سیر تھا از عقل و از فرزانگی

میں نے سمجھا قیس تنہا ہے یہاں
بیٹھ جا تو بھی اسی در پر یہاں

الغرض اخترؔ وہیں رہنے لگا
لطف جینے کا وہیں ملنے لگا

اس ناکارۂ عبد نے عربی درسیات کی تعلیم حضرت شیخ ہی کے مدرسہ بیت العلوم میں حاصل کی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف کے چند پارے برکت کے لیے پڑھے۔

حضرت شیخ صرف ایک واسطہ سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم کے والد ماجد حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے حضرت کے استاد حدیث مولانا ماجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درس حدیث بخاری شریف میں ہم سبق تھے۔

احقر حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کو قلمبند کر کے جب سناتا تو ارشاد فرماتے ماشاء اللہ۔ اور بہت مسرور ہوتے۔ ایک بار میرے ایک پیر بھائی سے فرمایا کہ اختر میرے غامض اور دقیق مضامین کو خوب سمجھ لیتا ہے اور انہیں محفوظ کر لیتا ہے، ماشاء اللہ دین کی فہم ہے۔

تعلق شیخ کے تقریباً چار سال بعد حضرتِ اقدس کی اہلیہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک عرصہ بعد ایک دن فرمایا کہ بغیر بیوی کے بہت تکلیف ہوتی ہے بعض بیماری ایسی آجاتی ہے کہ پیشاب پاخانہ کی خدمت بیوی ہی کر سکتی ہے۔

احقر نے والدہ صاحبہ سے نکاح کے متعلق مشورہ کیا، پھر حضرت اقدس سے

درخواست کی، بہت مسرور ہوئے اور عقد فرما کر ارشاد فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عقد فرمایا تھا۔

اختر اس وقت ۲۱ سال کا تھا اور توفیقِ الٰہی سے اپنا عالم شباب ایک بوڑھے شیخ کی خدمت وصحبتِ دائمہ پر نذر و فدا کر رہا تھا۔ خانقاہ شریف قصبہ سے باہر تھی، عجیب تنہائی کا عالم رہتا تھا۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اختر میرے ساتھ ایسے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے جیسے کہ دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے۔

ایک دن خواب دیکھا کہ میری پیشانی کے وسط میں حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ لکھا اور اب تک یاد ہے کہ انگشت شہادت سے کس طرح اللہ لکھ رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک خواب دیکھا کہ احقر حج کے لیے بمبئی گیا اور بحری جہاز پر سوار ہو گیا، دل میں آرہا تھا کہ مجھے حمل ہے اور خوف ہو رہا ہے کہ جہاز ہی میں وضع حمل کا قصہ نہ پیش ہو۔ بیدار ہونے پر حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب پیش کیا۔ جواب تحریر فرمایا کہ آپ کو نسبتِ متعدیہ کی بشارت ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ نسبت کی دو قسمیں ہیں :

۱) وہ تعلق مع اللہ جو دوسرے تک اپنا اثر نہ کرے اس کو نسبتِ لازمہ کہتے ہیں۔

۲) اور جو تعلق مع اللہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہو اس کو نسبتِ متعدیہ کہتے ہیں۔

حق تعالیٰ حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت کو احقر کے حق میں قبول فرماویں، آمین۔

شیخ کی اس بشارت کے کچھ دن بعد پھر خواب دیکھا کہ حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے ارشاد فرمایا کہ آپ اختر کو اجازت دے دیں۔ ان دونوں خوابوں کی تعبیر کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرتِ والا نے آخری وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے متعلقین کو لکھ دو کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق کرلیں۔ حضرتِ اقدس کے وصال کے بعد حسبِ وصیت احقر نے بھی تعلق اصلاحی حضرت مولانا سے کرلیا۔ دو سال کے بعد حضرت کو حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ احقر کو بھی طلب کیا لیکن حاضری نہ ہو سکی۔ ایک دن مکہ سے احقر کے نام رجسٹری وصول ہوئی جس کی نقل یہ ہے۔

نقل والانامہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ و مجاز بیعت حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ!

تَوَکُّلًا عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دیتا ہوں اگر کوئی طالبِ اصلاح آپ سے رجوع کرے تو انکار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مخلوق کو استفادہ کی توفیق بخشیں اور اس کو قبول فرماویں۔

والسلام
حررہ بقلم: ابرار الحق عفا اللہ عنہ
یوم الجمعہ قبیل المغرب
فی المسجد الحرام مابین باب السلام و بیت اللہ تعالیٰ
مکرم مکہ شریف ۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

اس کو پڑھتے ہی احقر پر گریہ طاری ہو گیا اور حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اس ناکارہ پر بدون استحقاق یہ کرم عظیم۔

مجھ پہ یہ لطف فراواں میں تو اس قابل نہ تھا

۱۳۹۰ھ میں احقر کو جب حاضری حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی تو مجھے اپنے اکابر حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کی بھی مکہ شریف میں زیارت نصیب ہوئی۔ دل اپنی قسمت پر باغ باغ ہوا۔

طوافِ بیت اللہ کے وقت حق تعالیٰ کے اس انعام کے استحضار سے احقر کا قلب بہت رقیق ہوا اور بحالت گریہ ایک شعر ہوا جس میں اس قدر لطف محسوس ہوا کہ کبھی کبھی پورا طواف اسی شعر پر ہوا۔ وہ شعر یہ ہے۔

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

(اختر)

کعبہ شریف میں ایک شعر یہ بھی موزوں ہوا ۔

جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا
(اختر)

حق تعالیٰ کا محض اپنی رحمتِ خاصہ سے احقر کو شیخ فی العرب بنانے کا طریقہ

ایک رات تقریباً ایک بجے آنکھ کھل گئی۔ گھڑی دیکھ کر دوبارہ اپنے کو سوجانے کی ہدایت کی کہ رات زیادہ ہے اور تو بیمار بھی رہتا ہے کچھ اور آرام کرلے لیکن نیند مجھ سے دور بھاگ رہی تھی ۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوق عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

دل میں یہ داعیہ پیدا ہو رہا تھا کہ بیت اللہ چل۔ امید ہے کہ بلایا جارہا ہے اور میاں کوئی عظیم نعمت دینے کو بلا رہے ہیں۔ رفقاء کو محوِ خواب چھوڑ کر آہستہ سے حرم مکرم حاضر ہوا۔ چند رکعات نوافل پڑھیں، دل تھا کہ طواف کے لیے مضطر تھا بالآخر طواف سے مشرف ہوا۔ ملتزم سے چپکا اور خوب توفیقِ دعا ہوئی، دونوں جہاں کا غم رویا اپنے لیے اور جملہ احباب کے لیے اور تمام کائنات کے لیے مانگا۔ پھر درِ کعبہ کے سامنے کھڑا ہوا، ڈھائی یا تین بجے رات کا وقت ہے اور گدا دروازۂ شاہ کے سامنے ہے۔ اختر نے ہاتھ اٹھا کر مضطربانہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات کا یہ شعر پڑھا ۔

گدا خود را ترا سلطاں چو دیدم
بدرگاہ تو اے رحماں دویدم

احقر عرض کرتا ہے کہ یہ شعر درِ کعبہ پر جس طرح چسپاں ہوتا ہے اور جو کیف اس در پر اس شعر سے ملتا ہے کسی دوسری جگہ کہیں بھی وہ کیف نہیں مل سکتا۔

پھر اسی مناجات کے یہ اشعار پڑھے ۔

الٰہی غرق دریائے گناہم
تو می دانی و خود ہستی گواہم

بآں رحمت کہ وقف عام کردی
جہاں را دعوت اسلام کردی

بحق آں کہ او جان جہاں است
فدائے روضہ اش ہفت آسماں است

بحق سرور عالم محمد ﷺ
بحق بر تر عالم محمد ﷺ

دلم از نقش باطل پاک فرما
براہ خود مرا چالاک فرما

درد نم را بعشق خویشتن سوز
بہ تیر درد خود جان و دلم دوز

دلم را محو یاد خویش گرداں
مرا حسب مراد خویش گرداں

اگر نالائقم قدرت تو داری
کہ خار عیب از جانم براری

وَاِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ
فَمَنْ ذَاالَّذِيْ يَدْعُوْ وَيَرْجُو الْمُجْرِمُ

ترجمہ: اگر محسن اور نیکو کار ہی تجھ سے امید رکھ سکتے ہیں تو کون ہے وہ ذات کہ جسے مجرمین اور گناہ گار پکاریں؟ یہ شعر دروازۂ بیت اللہ پر پڑھا اور ایک آہ نکلی، امید ہے کہ عرش تک پہنچی اور آغوشِ رحمت میں پیار کی گئی۔ پھر دیر تک توفیق دعا ہوئی اور دعا کرتے کرتے ایک واقعہ یاد آیا جس کے راوی حضرت حافظ عبد الولی صاحب مد ظلہٗ مجاز صحبت حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ ہمارے مرشد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کعبہ شریف میں دعا کی تھی کہ

اے اللہ! کچھ بندے حضرت صاحب کے سلسلہ میں داخل فرمادیجیے تو صبح ہی دو یا تین صاحبان بیعت ہوئے تھے۔ حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی اس دعا کی قبولیت عاجلہ کا واقعہ یاد آنا تھا کہ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا والی سنّت ادا کرنے کے لیے اختر کا دل بھی مُوَفَّقْ ہوا اور اضطرار کے ساتھ رو رو کر عرض کیا کہ اے اللہ! اختر آپ کا بے نام ونشان عبد ہے اور بالکل ہی نااہل ہے لیکن آپ کے ایک محبوب عبد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا پڑپوتا ہے۔ اس حرم پاک میں ان کا فیض تو نے جاری فرمایا تھا، آج وہ آپ کے اس شہر مبارک ہی میں مدفون ہیں۔ اے اللہ! ان کے سلسلہ کو پھر سے یہاں زندہ فرما۔ اے اللہ! ان کے صدقہ میں نیز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ میں اور حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ غلامی وخدمت کے صدقہ میں اور حضرت اقدس ہردوئی دامت برکاتہم کے صدقہ میں اس شہر کی کچھ مخلوق کو اختر کے ہاتھوں پر سلسلۂ امدادیہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اور اختر کے لیے اس کو صدقۂ جاریہ فرما اور ان کی جانوں کو اپنی محبت کے درد کی حلاوت عطا فرما اور اپنے حرم پاک میں ان کو ذَكَّارًا، شَكَّارًا، اَوَّهًا مُّنِيْبًا بنا اور اے اللہ! اختر ان سے کچھ نہیں چاہتا، صرف یہ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیرے اس بیت مکرم کے سامنے اللہ اللہ کرنے والی پیدا ہو جو تیری یاد میں رونے والی اور آہ وفغاں کرنے والی اور تیری تلاش میں بے چین ہو اور اے اللہ! اس دعا کو قبولیت عاجلہ عطا فرما۔

اس کے بعد سخت رقت طاری ہوئی اور دیر تک رویا، دل میں ایسا محسوس ہوا کہ دعا قبول ہو گئی، ورنہ اس قدر رونے کی توفیق میاں نہ دیتے۔

کیا قبولیت کا وقت تھا کہ دوسرے ہی دن سے یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ بعد ظہر ایک جگہ احقر کا وعظ ہوا۔ بعد نماز عصر دس افراد احقر کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جن میں ۴ عالم جو شہر مکہ مبارکہ میں درس وتدریس میں مشغول ہیں اور ایک عالم حافظِ قرآن بھی تھے اور باقی عوام مسلمین سے تھے مگر سب مقیم مکہ مبارکہ تھے اور اس طرح حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی اس بشارت نسبت متعدیہ کا احقر سے ظہور شروع ہو گیا۔

بروز جمعہ بعد نماز مغرب احقر نے بیت اللہ شریف پر نظر ڈالتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ! ۳۹ افراد آپ کی رحمت سے سلسلۂ امدادیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ آپ کسی ایک بندہ کو اور توفیق عطا فرمادیں تو کُل تعداد چالیس ہو جاوے۔ اسی دن بعد نماز عشاء ۵ حافظ قرآن حرم کعبہ آئے اور وہیں اس عبد حقیر کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

بالآخر مدینہ شریف کی روانگی تک کل ۱۵۳ افراد داخل سلسلہ ہوئے اور ایک صاحب بعد میں بذریعہ خط بیعت ہوئے اور ان حضرات کا احقر سے اصلاحی خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ الحمد للہ کہ اتنی بڑی جماعت مکہ شریف میں خدائے تعالیٰ کے محض فضل وکرم سے سلسلہ امدادیہ میں داخل ہوگئی۔

آپ چاہیں گے اگر دنیا بھی چاہے گی مجھے

(اختر)

یہ سب انعامات حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہیں اور اس خواب کی تعبیر ہے جس میں نسبت متعدیہ کی بشارت اور سفر حج کا ذکر ہے۔ میرے دل وجان اور ہر بُنِ موان الطافِ الٰہیہ سے کس قدر ممنون ہیں۔ بس میری زبان اظہار سے قاصر ہے۔

رَبِّ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ...اَلْاٰیَةُ

وَتَقَبَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِفَضْلِهٖ وَاحْفَظْنَا مِنَ الْعُجُبِ وَالْكِبَرِ وَالرِّيَاءِ وَالشِّرْكِ وَالْكُفْرِ وَمِنْ كُلِّ الْمَعَاصِیْ وَيَرْضٰی مِنَّا دَائِمًا حَيْثُ لَا يَتَبَدَّلُ رِضَاؤُهٗ مِنَ الْغَضَبِ وَالسَّخَطِ...اٰمین

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے احقر نے بیت اللہ شریف میں جب ان انعامات الٰہیہ کا تذکرہ کیا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور جدہ میں احقر کو ایک ضعیف العمر عالم کے یہاں وعظ کے لیے بھیجا اور پھر مدینہ شریف میں حکم فرمایا کہ یہاں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر روز تو کچھ دین کی بات سنادیا کر۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم سے جب بیت اللہ شریف میں ذکر کیا تو اس قدر مسرور ہوئے کہ سینہ سے لگالیا اور فرمایا کہ ابھی کیا دیکھتے ہو پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی انگلی کو آفاق عالم میں چاروں طرف گھمادیا اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ نے بے اختیار کرادیا، ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔

اس کے بعد ہی حضرت موصوف کا جو خط ہندوستان سے آیا اس پر احقر کو اپنے قلم مبارک سے شاہ تحریر فرمایا۔

یہ سب میرے مرشد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی جمعہ کے دن بیت اللہ شریف میں اس خاص دعا

کی قبولیت کا ظہور ہے جو اجازت نامہ میں مذکور ہے۔

میں تو نام و نشاں مٹا بیٹھا
میرا شُہرہ اڑا دیا کس نے

بعض بندوں کو حق تعالیٰ شروع ہی سے اسم ظاہر کا مظہر بناتے ہیں اور بعض کو عرصہ تک اسم باطن کا مظہر بنا کر مخفی رکھتے ہیں پھر اچانک جب اس عبد بے نام ونشان کو اسم ظاہر کا مظہر بناتے ہیں تو خلق مبتلائے حیرت ہوتی ہے کیوں کہ دو اسمائے متضادہ کا ظہور ایک ہی شخص پر دیکھتی ہے لیکن اگر ذرا فکر سے کام لیں تو اس میں کوئی تناقض اور استبعاد نہیں۔ حق تعالیٰ کی قدرت اور اس کے الطاف بے پایاں ہیں۔ جس وقت جس پر چاہیں جو فضل فرمادیں۔

اور یہ سب انعامات اکابر کی دعاؤں کا صدقہ ہیں ورنہ اختر کچھ بھی نہیں۔

خاک ہیں خاک ہیں خاک ہیں ہم

اختر ہمیشہ حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ! میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے جب اٹھائیو تو مجھ سے راضی وخوش اٹھائیو۔ حضرت صاحبِ فراش تھے۔ پیشاب پائخانہ صاف کرنے کی سعادت بھی احقر ہی کو حاصل تھی۔ ایک دن اختر نے وصال سے چندایّام قبل دریافت کیا کہ حضرت آپ مجھ سے خوش ہیں؟ فرمایابہت خوش ہوں۔ عرض کیا آپ میرے لیے دین کی دولت کے حصول کی دعا فرمادیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ دولت تو تجھے حاصل ہوگئی ہے۔ حق تعالیٰ میرے شیخ کی اس بشارت اور حسنِ ظن کو قبول فرماویں، آمین۔

پھر عرض کیا کہ حضرت یہ بھی دعا فرمادیجیے کہ حق تعالیٰ اس ناکارہ سے دین کا خوب کام اپنی مرضی کے مطابق لے لیں۔ بس یہ سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھادیے اور والدہ صاحبہ سے فرمایا تم آمین کہو اور نہ جانے کیا دعا کی جو حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ اوراللہ تعالیٰ ہی کے درمیان ہے۔

اور الحمدللہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھ سے راضی وخوش دنیا سے اٹھایااور یہ نعمت میرے لیے بڑی ہی عظیم نعمتِ خداوندی ہے کہ اس پر جس قدر بھی احقر شکر کرے کم ہے۔

حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا تھا کہ اختر میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کردو۔ اسی تسلیم اور تفویض کا صدقہ ہے کہ دینی و دنیوی دونوں نعمتوں سے حق تعالیٰ کی رحمت احقر کو نواز رہی ہے۔ حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

جو یاد آتی ہے وہ زلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے میری جاں
جو پوچھے گا یہ کوئی مجھ سے آکر
کہ کیا گزری ہے اے دیوانے تجھ پر
نہ ہرگز حال دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ اشعار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ جب حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آتی ہے تو ان اشعار کو پڑھ لیتا ہوں۔

قصبہ پھولپور اعظم گڑھ میں حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک طویل عمر گزاری جس کا نقشہ احقر نے ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

یاد آتی ہے مجھے جب پھولپوری زندگی
پا رہا تھا جبکہ میں درسِ نیاز و بندگی
ذرّہ ذرّہ سے ملا کرتا تھا درسِ سادگی
ایک فرزانہ سکھاتا تھا مجھے دیوانگی
حضرت عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سرمست عشق کبریا
ماسوا حق سے جنہیں تھی عمر بھر بیگانگی
کیا وہ عاشق تھے نہیں بلکہ سراپا عشق تھے
پی کے دریا بھی جنہیں ہوتی نہ تھی آسودگی

حضرت شیخ کی خدمت میں جو طویل عمر گزری اس میں مجاہدہ اختیاریہ کا حق تو احقر سے ادا نہ ہو سکا لیکن الطافِ حق نے میری باطنی ترقی کے لیے غیب سے مجاہدۂ اضطراریہ کا سامان فرمادیا جس کی بدولت کلیجے منہ کو آگئے اور ان ہی مجاہدات کی بدولت آج سینہ میں ایک ٹوٹا ہوا درد بھرا دل رکھتا ہوں جو میرے نزدیک اتنی عظیم نعمت ہے کہ اس کے بدلے میں سلطنت ہفت اقلیم مجھے قبول نہیں اور ان مجاہدات کی تفصیل بیان کرنا خلافِ مصلحت سمجھتا ہوں لیکن میرے مندرجہ ذیل اشعار میرے حالات کی کچھ کچھ غمازی کرتے ہیں۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

چند منتخب اشعار احقر کے حسبِ ذیل ہیں

دل تڑپتا ہے میرا سینہ میں
ہائے پہنچوں گا کب مدینہ میں

****

تباہ ہو کے جو دل تیرا محرمِ غم ہے
پھر اس کو اپنی تباہی کے غم کا کیا غم ہے
ہزار خون تمنا ہزار ہا غم سے
دل تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

****

مری چشم تر خون برسا رہی ہے
جہاں بھی کہیں سنگ در پا رہی ہے
مبارک تجھے اے مری آہِ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے
نہ پوچھو تجلی آہ سحر کو
ضیائے مہہ و مہر شرما رہی ہے

****

سینکڑوں غم ہیں زمانہ ساز کو
اک ترا غم ہے ترے ناساز کو

ناکامیوں پہ حسرت آنسو بہا رہی ہے
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے

ترے غم کے سوا ممکن نہیں تھا
گزرتے دن مری جانِ حزیں کے

وہ سرخیاں کہ خونِ تمنا کہیں جنہیں
بنتی شفق ہیں مطلعِ خورشید قرب کی

ایک غم زدہ جگر پہ کسی کی نظر بھی ہے
شب ہائے غم پہ سایۂ لطف سحر بھی ہے

وہ مرے لمحات جو گزرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

مرے ہر بُنِ مو سے اللہ نکلے
زبان و دل و جاں سے اللہ نکلے

میں نے پیا ہے چند دن اپنے جگر کا خوں
اپنے جگر میں ان کو بھی میں دیکھ رہا ہوں

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

نیم جاں عشق نے کیا لیکن
ہاتھ میں قرب لازوال ہے آج

****

جفائیں سہ کر دعائیں دینا یہی تھا مظلوم دل کا شیوہ
زمانہ گزرا اسی طرح سے تمہارے در پر دل حزیں کا
نہیں تھی مجھ کو خبر یہ اختر کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

****

دیکھیے کیا رنگ لاتا ہے شہیدوں کا لہو
اس کی رحمت سے ملے مجھ کو مرا جام و سبو

****

اپنی غفلت کی تلافی مجھ سے تو ممکن نہیں
ہاں مگر تیری نگاہِ لطف کو مشکل نہیں

****

گریۂ اشک عشق میں کیا ہے
گریۂ خوں بھی گاہ کرتا ہوں
ساری خلقت سے دور ہو کے کبھی
دشت کو خوابگاہ کرتا ہوں

****

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے
غم تمہارا دل ہمارا چاہیے
بحرِ الفت کا کنارا چاہیے
در تمہارا سر ہمارا چاہیے

****

گو ہوں گل افسردہ و متروک عنادل
لیکن ہیں عیاں مجھ سے ہی اسرار چمن کے

****

تلخی شام غم ہجراں سے گھبراتا ہے دل
آ مری آہ سحر تجھ سے بہل جاتا ہے دل

آرزوئے دل کو جب زیر و زبر کرتے ہیں وہ
ملبۂ دل میں ان ہی کو مہماں پاتا ہے دل

صفحۂ ہستی پہ میرے ایسے افسانے بھی ہیں
اُف تصور سے بھی جن کے منہ کو آجاتا ہے دل

لاکھ شمعیں جل رہی ہیں ہر طرف اخترؔ مگر
وہ نہیں تو روشنی میں تیرگی پاتا ہے دل

****

اپنا جہاں دکھا کے یوں محو جمال کردیا
میری نظر میں یہ جہاں خواب وخیال کردیا

عالم ہجر کو مرے تو نے وصال کردیا
یعنی ہماری آہ کو واقفِ حال کردیا

میرا پیام دے دیا جاکے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کردیا

مبشراتِ حالیہ منامیہ

اسی ماہ یعنی جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ میں حضرتِ اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ایک پلنگ پر تشریف رکھتے ہیں احقر کو سرہانے بٹھایا ہوا ہے۔ احقر پر ندامت طاری ہے کہ سرہانے مجھ ناکارہ کو بٹھایا ہے لیکن پلنگ پر کہیں اور جگہ نہ تھی غلبۂ ادب سے سر جھکائے ہوں اور حضرت اقدس کے پاس دوورق کا ایک چکنا دبیز کاغذ ہے جیسے شادی کے کارڈ ہوتے ہیں اس کے اندر دیکھتا ہوں کہ سنہرے حروف سے اللہ جل جلالہٗ لکھا ہے پھر احقر سے ارشاد فرمایا، عاشق

ومعشوق بہت مسرور ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ بیدار ہونے پر احقر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ حضرت حافظ عبد الولی صاحب مدظلہ نے تعبیر بیان فرمائی کہ سرہانے بٹھانا منصبِ ارشاد کی طرف اشارہ ہے اور حضرتِ اقدس نے اپنی نسبت جو تمہارے ساتھ تھی بیان فرمادی کہ عاشق ومعشوق۔

خواب دیگر

ایک طالب علم جو حفظ کر رہا ہے اور احقر سے بیعت ہے، ذکر بھی کرتا ہے اس نے خواب دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں میری کتاب ہے اور سرورق پر مدرسہ روضۃ العلوم لکھا ہوا ہے اور اس پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہوا ہے۔

حضرت حافظ عبد الولی صاحب مدظلہ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تو یہ سب فیض ہے جیسا کہ حضرتِ اقدس مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا تھا۔

من مکمل از کمالِ حاجیم
من منور از جمالِ حاجیم

ترتیبات

احقر نے حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۶ سالہ رفاقت میں جو علوم ومعارف سنے تھے حق تعالیٰ کی رحمت سے ان کو ترتیب دینے سے حسب ذیل کتب احقر کے قلم سے طبع ہوئیں:

۱) معرفتِ الٰہیہ۔ صفحات ۴۴۰

۲) معیتِ الٰہیہ۔ صفحات ۱۶۰

۳) صراطِ مستقیم۔ صفحات ۶۴

۴) براہینِ قاطعہ۔ صفحات ۱۴۴

۵) شراب کی حرمت کا ثبوت قرآن پاک سے۔ صفحات ۱۶

تالیفات

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حسبِ ذیل کتب محض فضل خداوندی سے احقر کے قلم سے طبع ہوئیں:

۱) محبتِ الٰہیہ۔ صفحات ۱۲۸

۲) تکمیل الاجر بتحصیل الصبر (نمبر۱) عربی۔ صفحات ۱۶

(نمبر۲) عربی مع شرح اردو۔ صفحات ۳۲

۳) صدائے غیب۔ صفحات ۱۲۸

۴) دستور تزکیہ نفس۔ صفحات ۳۲

۵) معارف المثنوی۔ صفحات تقریباً ۸۰۰

حق تعالیٰ اپنی رحمت واسعہ کے صدقے اور اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے جملہ تحدیثات نِعَم کو قبول فرما کر اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نافع فرمائیں اور میرے نفس کی شرکت اور آمیزش کو عفو فرمائیں اور جملہ ناظرین سے بھی دُعائے حسنِ خاتمہ اور مغفرت بے حساب کی درخواست کرتا ہوں۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

اس کتاب کی طباعت کے دوران ناشر نے اپنی طرف سے حضرتِ اقدس کے نام مبارک سے قبل شیخ العرب والعجم کا اضافہ کر دیا تھا۔ چند ناقدین نے حضرتِ اقدس کے مرشد ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس لقب کے بارے میں ناخوشگوار انداز میں تذکرہ کیا۔ بالآخر حضرت اقدس نے اپنے شیخ کی کسی ناگواری سے بچنے کے لیے شیخ العرب والعجم کے اوپر چٹ چپکا کر چھپا دیا۔ آج بھی اصل نسخوں میں یہ چٹ لگی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا لاکھ اس کو چٹ لگا کر چُھپایا جائے۔ یعنی یہ شیخ العرب والعجم ہو کر رہیں گے چاہے حاسدین ان کو کتنا ہی چھپانا چاہیں۔ اس پر حضرت اقدس کا ایک شعر یاد آیا۔

ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

اختؔر وہ معترض مجھے ناداں نظر آیا

جو اپنی جوانی میں گلستاں نظر آیا
پیری میں مجھے آج بیاباں نظر آیا
ہر شخص ہی حیران و پریشاں نظر آیا
دیوانۂ حق بس مجھے خنداں نظر آیا
چہرہ سے جب آثارِ ملاحت فنا ہوئے
وہ پھول مجھے خارِ مُغیلاں نظر آیا
تھا چاند کی مانند کبھی چہرۂ روشن
مدّت کے بعد نادمِ زاغاں نظر آیا
موجِ فنا میں اس کی روانی نہیں رہی
دریائے محبّت میں ، جو طوفاں نظر آیا
تالاب ہے وہی مگر پانی بدل گیا
جو اُس سے تھا فرحاں کبھی گریاں نظر آیا
چھایا ہے دِل پہ جب سے تری یاد کا عالم
ہر ذرّہ مجھے منزلِ جاناں نظر آیا
مقصد ہمارا شعر سے ہے پندِ سُود مند
اختؔر وہ معترض مجھے ناداں نظر آیا

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وروحانی ولولہ انگیز حیات مبارکہ نے چاردانگ عالم میں غلغلہ مچا دیا تھا۔ زخمِ حسرت، خونِ آرزو، دردِ دل اور اشک رواں کی باتیں کرنے والی اس ذاتِ پاک کی حیاتِ پاک خود کس قدر دردناک اور عشق ناک تھی، اس کی کسی قدر جھلک حضرت اقدس کی تحریر کردہ اس آپ بیتی میں ملے گی۔

اپنے پُراثر اور دردانگیز ارشادات سے لاکھوں مُردہ دلوں کو حیاتِ نو دینے کا سبب بننے والے اس مردِ کامل نے ساری زندگی شریعت وسنت کی اتباع میں بسر کی۔ خوشی، غمی اور مصائب میں ہمیشہ قرآن وحدیث کے احکامات کو سرآنکھوں پر رکھا۔ زیرِ نظر کتاب ''ترجمۃ المصنف'' حضرت اقدس کی حیاتِ مبارکہ کے ایسے ایسے پہلوؤں کو اُجاگر کرتی ہے جس کا مطالعہ دلوں کو شاد اور آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔ حضرت اقدس کی حیاتِ مبارکہ شریعت وطریقت کا حسین امتزاج تھی اور بلا مبالغہ اس شعر کی عملی تفسیر نظر آتی ہے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام وسنداں باختن

ناشر
کتب خانہ مظہری